سید یونس الحسینی آخری قسط

ظلمتِ کذب سے عظمتِ صدق تک

نکات ۶-۷ باہم مربوط ہیں: آپ نے لکھا کہ "احمدیت میں جبری بھرتی نہیں بلکہ شریف النفس اہلِ وطن کی بلیک میلنگ ہے"۔ یہ بات خود ہی آپ کا جواب ہے۔ جبر کئی قسم کا ہوتا ہے۔ ایک ڈنڈے کے زور پر اور دوسرا حالات کے اکھاڑ سے فائدہ اٹھانے سے تیسرا نفسیاتی.. احمدیت میں یہ تینوں پوری آب تاب کے ساتھ موجود ہیں۔ ۳۳-۱۹۳۱ کے حالات کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیجئے۔ ان سالوں میں اپنے امام ثانی مرزا بشیرالدین محمود احمد کی خفی و جلی کارکردگیوں کو ذہن میں لائیے۔ غیر مرزائی عوام جن میں ہندو سکھ مسلمان سبھی شامل تھے قادیان میں اپنی مذہبی اور معاشی زندگی میں ہرگز آزاد نہ تھے۔ خلیفہ صاحب کی جانب سے ہر غیر مرزائی دوکاندار کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اپنی دکانوں پر واضح الفاظ میں نمایاں طور پر یہ عبارت آویزاں کریں۔ "میں آئندہ سے مرزا غلام احمد کو حضرت مرزا غلام صاحب کہوں گا۔ میں اپنے کسی مذہبی اجتماع میں شامل ہونگا اور نہ ہی قادیان میں اپنے عقیدے کے کسی بزرگ کو آنے کی دعوت دونگا۔ میں کسی ایسے دوکاندار سے لین دین نہیں کرونگا جس کے پاس یہ اقرار نامہ نہیں ہوگا"۔

جبر کی دوسری مثال ۱۹۲۸ء میں پیش آئی۔ مولانا عبدالکریم جو کہ معروف مرزائی مبلغ تھے سابقہ مسلک سے تائب ہو کر مسلمان ہوگئے۔ نتیجتاً انہیں شدید ترین اذیتیں دی گئیں۔ انکی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کو نذر آتش کر دیا گیا حتیٰ کہ ۱۹۳۰ء میں یہ خاندان قادیان سے ترک سکونت کر کے بٹالہ میں آباد ہوا۔

ستمگری کی تیسری مثال کشمیر کمیٹی کے قیام کے ساتھ ہی منصۂ شہود پر آنے والے واقعات ہیں۔ جن پر غور کرنے کی بجائے آپ کا دامانِ صبر و ضبط ہاتھ سے چھوٹا جاتا ہے۔ آپ یہ تحریر کسی بھی طرح دیانتدارانہ رائے کے طور پر قبول نہیں کر پاتے۔ آپ نے جسٹس یوسف صراف کی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ میں ایک بہترین کتاب کا حوالہ دے رہا ہوں جسے جناب قدرت اللہ شہاب مرحوم کے اشہب قلم کی جولانیوں نے دوام بخش دیا ہے۔ آپ کی نظروں سے "شہاب نامہ" کا گزر ہوا ہوگا۔ کشمیر کمیٹی کے متعلق رقمطراز ہیں۔

"آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر بھی وہی (مرزا بشیرالدین محمود) بن بیٹھے۔ یہ قادیانیوں کی ایک سوچی سمجھی چال ثابت ہوئی۔ اس کمیٹی کے قائم ہوتے ہی مرزا بشیرالدین محمود نے ہر خاص و عام کو یہ تاثر دینا شروع کر دیا کہ انکی صدارت میں اس کمیٹی کو قائم کر کے ہندوستان بھر کے سرکردہ مسلمان اکابرین نے ان کے والد مرزا غلام احمد قادیانی کے مسلک پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اس شر انگیز پراپیگنڈا کے جلو میں قادیانیوں نے انتہائی عجلت کے ساتھ اپنے مبلغین کو جموں و کشمیر کے طول و عرض میں پھیلانا شروع کر دیا تاکہ وہ ریاست کے سادہ لوح عوام کو ورغلا کر انہیں اپنے خود ساختہ نبی کا حلقہ بگوش بنانا شروع کر دیں۔ یہ مہم کافی کامیاب رہی۔ کئی دوسرے مقامات کے علاوہ وہ خاص طور پر شوپیاں میں مسلمانوں کی ایک خاص تعداد قادیانی بن گئی۔ پونچھ کے شہر میں بھی مسلمانوں کی اکثریت نے قادیانی مذہب اختیار کر لیا۔ یہ خبر سنتے ہی رئیس الاحرار مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری پونچھ شہر پہنچے اور

اپنی خطیبانہ آتش بیانی سے قادیانیت کے ڈھول کا ایسا پول کھولا کہ شہر کی جو آبادی مرزائی بن چکی تھی وہ تقریباً ساری کی ساری تائب ہو کر ازسرِ نو مشرف بہ اسلام ہو گئی"۔

احمدیت کا یہ رخِ جفا بھی آپ نے اچھی طرح دیکھ لیا ہو گا۔ ظلم وجور کا یہ بھی ایک اندازِ بے پناہ ہے۔ شریف اہلِ وطن کی بلیک میلنگ کا مکروہ بیوپار تادمِ تحریر جاری ہے۔ نونہالانِ چمن کو سات سمندر پار دیارِ مغرب بھیجنے کیلئے بھی آپکا جال ہر وقت تیار ملتا ہے۔ ادھر احمدیت کا سرٹیفکیٹ ملا ادھر یورپین ممالک جانے کے انتظامات کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ حال ہی میں سندھ کے ایک ڈاکٹر کی گرفتاری عمل میں آئی جس نے ان پڑھ دیہاتیوں کو فارم پر کرتے وقت قادیانی لکھ دیا تھا۔ معلوم ہونے پر انہوں نے متعلقہ دفتر میں شکایت کی اور موصوف کے خلاف قانونی کارروائی کی گئی۔ یہ سب مثالیں جبر اور جبری بھرتی ہی ہیں۔ آپ پھر بھی مصر ہیں کہ جبری بھرتی نہیں ہوتی۔ قادیانی نوجوانوں کے ذکر میں آپ نے لکھا کہ "ان کے ذہن سے غلط عقائد کو نکالنا مقصود ہو تو عقائد پر بحث تو ہو گی"...... جناب والا ہم عقائد کی بحث کیلئے ہمہ وقت تیار ہیں۔ ہم چاہتے ہیں احمدی حضرات دائمی سچائیوں پر مبنی اصول وضوابط کو کھلے دل سے تسلیم کر لیں اور بس! اس سے نفرتوں کی شبہیہ کا خاتمہ ہو گا اور محبتوں کا طلوع۔

۹-۸ مرزا غلام احمد قادیانی، رئیسِ قادیاں مرزا غلام مرتضےٰ کے بیٹے تھے۔ ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی میں اس خاندان نے فرنگیوں کو ہر طرح کی امداد بہم پہنچائی۔ انگریزی فوج میں شامل ہو کر ضلع گورداسپور کے علاقے تریموں میں مجاہدین آزادی کو تہ تیغ کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس ملت کشی کے صلے میں برطانوی سامراج نے اس خاندان کو انعام واکرام سے نوازا۔ سر گریفن کی تالیف "پنجاب چیفس" میں اس خاندان کی تاج برطانیہ کیلئے خدمات کا اعتراف کیا گیا ہے۔ یہ دستاویز دراصل ان خاندانوں کے کوائف پر مشتمل ہے جنہیں مستقبل میں بھی نوازنے کا پروگرام تھا۔ خود مرزا غلام احمد نے اپنی کئی تصنیفات میں سامراجیوں کیلئے اپنی وفاداریاں اور خدمت گزاریاں گنوائی ہیں۔ "تحفۂ قیصریہ" اور "تریاق القلوب" دیکھنے کے لائق ہیں مرزا غلام احمد کی تحریک آغاز اس کے مزاج اور غرض وغایت سے شناسائی کی پہلی دقت طلب صورت یہ ہے کہ برطانوی استعمار کی سیاسی پالیسیوں کو پرکھا جائے اور یہودی قومی تحریک، صیہونیت کے راہنماؤں سے انگریزی رابطوں کا جائزہ لیا جائے۔ دوسرے انڈیا آفس لائبریری انگلینڈ سے حاصل کردہ ریکارڈ۔ تیسرے مرزا صاحب کے اپنے اطوار اور کثرت سے دیئے گئے اعترافی بیانات۔

وکیل صاحب! آپ تو جانتے ہیں کہ کسی مقدمے میں اعترافی بیان کی اہمیت کیا ہوتی ہے؟ اپنے امامِ اولیں کے ان الفاظ پر کیا تبصرہ کریں گے کہ۔

"احمدیت آپکا خود کاشتہ پودا ہے اسکی آبیاری آپکا فرض ہے"

آپ نے چیلنج کیا تھا مرزا صاحب کو سامراجی ایجنٹ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ لیجئے ثبوت حاضر ہے۔ بایں ہمہ چند ضروری حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد لارڈ میو نے ۱۸۶۹ میں سر ولیم ہنٹر کو تحقیقاتی رپورٹ مرتب کرنے کا حکم دیا جسکا لب لباب یہ تھا۔

"جہاد ہی کا وہ نظریہ ہے جو ان (مسلمانوں) کے شدید جوش، تعصب، تشدد اور قربانی کی خواہش کی بنیاد

ہے۔ اس قسم کا عقیدہ انہیں ہمیشہ حکومت کے خلاف متحد کر سکتا ہے۔ اسلئے جس قدر ممکن ہو سکے ایسا محاذ قائم کیا جائے جو ان کی ضرر رسانی کو ختم کردے یا کم از کم ان عقائد (جہاد) کے پس پردہ پائی جانے والی جذباتی اپیل کو سرد کردے۔ (دی انڈین مسلمانز ازہنٹر)

۱۸۶۹ء ہی میں برطانوی مدبرین، اعلیٰ سیاستدانوں، اراکین پارلیمنٹ اور مسیحی مذہبی راہنماؤں پر مشتمل اعلیٰ سطحی وفد ہندوستان بھیجا گیا جو نہ صرف ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے محرکات کا جائزہ لے بلکہ اپنی طرف سے ایسی سفارشات بھی پیش کرے جن پر عمل کر کے مسلمانوں کے اندر ایسی تحریک اٹھائی جائے جو انکی وحدت کو چکنا چور کردے اور وہ کسی اجتماعی تحریک میں حصہ نہ لے سکیں۔ اس طرح برطانوی حاکمیت کیلئے پیدا شدہ خطرات کا سدِباب ہو سکے۔ برطانوی کمیشن اور مشنری فادرز نے الگ الگ رپورٹیں پیش کیں جن کو یکجا کر کے "ہندوستان میں برطانوی سلطنت کا ورود" (The arrival of British Empire in India) کے زیر عنوان شائع کر دیا گیا۔ انڈیا آفس لائبریری میں آج تک موجود ہے۔ اسکا بنظر غائر مطالعہ کیجئے۔ گوہر مقصود بہت جلد ہاتھ آجائیگا اور آپ ہمکنار منزل ہو جائیں گے مگر وہی اخلاصِ نیت شرط اول و آخر ہے۔

مسیحی راہنماؤں کی رپورٹ کا اقتباس ملاحظہ ہو:

"ملک (ہندوستان) کی آبادی کی اکثریت اندھادھند اپنے پیروں یعنی روحانی رہنماؤں کی پیروی کرتی ہے۔ اگر اس مرحلہ پر ہم ایک ایسا آدمی تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں جو اس بات کیلئے تیار ہو کہ اپنے لئے ظلی نبی ہونے (Apostolic Prophet) کا اعلان کردے تو لوگوں کی بڑی تعداد اسکے گرد جمع ہو جائیگی لیکن اس مقصد کیلئے مسلمان عوام سے کسی شخص کو ترغیب دینا بہت مشکل ہے۔ اگر یہ مسئلہ حل ہو جائے تو ایسے شخص کی نبوت کو سرکاری سرپرستی میں پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔ ہم نے پہلے بھی غداروں کی مدد سے ہی ہندوستان حکومتوں کو محکوم بنایا۔ ہمیں ایسے اقدامات کرنے چاہئیں کہ جن سے ملک میں داخلی بے چینی پیدا ہو سکے۔"

مرزا غلام احمد ان دنوں یعنی ۱۸۶۴ء سے سیالکوٹ کچہری میں اہل مد کی ملازمت کر رہے تھے۔ ۱۸۶۸ء کو وہ ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ مسٹر پارکنسن کے دفتر متعین تھے۔ افسر موصوف عالمی صیہونی تحریک کے معتمد مگر خفیہ معاون اراکین (Sleeping Partners) میں شامل تھے۔ انہوں نے اس ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات دیکھ بھال لئے تھے۔ کام کا بندہ مل چکا تھا۔ ڈی سی صاحب نے برطانیہ کے ایک سیکرٹ ایجنٹ، سیالکوٹ مشن کے انچارج پادری ریوزنڈ ٹیلر ایم۔ اے سے مرزا صاحب کا تعارف کرایا۔ بہت سی خفیہ اور ظاہری ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ آخری ڈی سی صاحب کی معاونت و شفقت خسروانہ سے معاملات طے پاگئے۔ صورتِ حال کو کنٹرول کرنے کیلئے پوری منصوبہ بندی کی گئی۔ ٹیلر صاحب یہ خوشخبری لیکر برطانیہ جانے لگے تو مرزا صاحب کو ملنے ڈی سی آفس گئے۔ افسر موصوف نے بہ ظاہر بے اعتنائی سے استفسار کیا۔ "کیسے آنا ہوا" کوئی کام ہو تو فرمائیں "کام تو ہو چکا تھا۔ چنانچہ ٹیلر نے کہا "میں صرف آپ کے منشی سے ملنے آیا تھا۔" ملاقات ہوئی۔ راز و نیاز ہوئے اور پادری صاحب واپس چلے گئے۔ لیکن عجیب واقعہ یہ ہوا کہ ٹیلر صاحب کی واپسی کے ساتھ ہی مرزا صاحب بھی ۱۸۶۸ء ہی میں بغیر کسی ظاہری معقول وجہ کے اہل مد کی نوکری چھوڑ چھاڑ آناً فاناً قادیان آبراجے اور تصنیف و تالیف کے کام میں لگ گئے۔ عیسائی پادریوں سے محض محاذ آرائی تو صرف دکھاوے کی تھی کہ مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کر کے اپنے اصلی ہدف تک

پہنچا جا سکے۔ یہ سب تو محض تعارفی کارروائیاں تھیں ان میں برطانیہ کے محکمہ جاسوسی کے مقرر کردہ پادریوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جو بالآخر مرزا صاحب کے دعویٰ ظلی نبوت پر منتج ہوئیں۔ خود ہی اعتراف کرتے ہیں کہ "میں نے جہاد حرام ہونے کا فتویٰ دیا اور حکومت انگلینڈ کی حمایت میں بہت سا لٹریچر شائع کر کے بلاد عرب و عجم میں بے تحاشا پھیلایا۔"

وکیل صاحب! آپ وسائل سے مالامال ہیں۔ انڈیا آفس لائبریری کی یاترا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ وہاں اور بہت کچھ مل جائیگا حتیٰ کہ یہ تک پتا چل جائیگا کہ مرزا صاحب کے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ یہ کثیر تعداد میں لٹریچر کو چھپواتا اور تقسیم کرتا رہا۔ میرا خیال ہے فی الوقت یہی ثبوت کافی ہیں باقی عندالطلب حاضر کئے جائیں گے۔

آپ ایک سانس میں ڈھیروں متعلقہ اور غیر متعلقہ باتیں کہہ گئے ہیں۔ یہ رویہ اس امر کا غماز ہے کہ آپ کی ساری بحث ایک ضدی اور ہٹ دھرم وکیل کی دلائل و براہین سے خالی انتہائی غیر منطقی اور نامعقول جرح ہے جس میں تعدیل کا شائبہ تک نہیں۔ "احرار" ۱۹۲۹ء میں کانگریس کے سالانہ اجلاس کے موقع پر وجود پذیر ہوئی۔ مگر آپ نے بھی اسکے قیام کے اسباب و علل بیان کرنے کی بجائے انہیں "کانگریسی رہنماؤں کی گاڑیاں گھسیٹنے والے" کہہ کر دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ انکے وجود کو آغاز ہی سے مسلمانوں کے لیے مہلک قرار دیکر تاریخ کو مسخ کرنے کی سعی نامشکور کی ہے۔ یہ صحیح ہے وہ اپنی الگ الگ دیانتدارانہ رائے رکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے تشکیل پاکستان کی تحریک میں شامل نہ ہوسکے۔ انکی رائے درست تھی یا نادرست اسکا فیصلہ تاریخ کر رہی ہے مگر سوال یہ ہے کہ اس قضیے کا قادیانیت شکن تحریک سے کیا جوڑ میل۔ سچ تو یہ ہے کہ احرار کے اکابر و اصاغر انتہائی ایثار پیشہ، شیرانِ وغا، جدوجہد کے معنی، جری قوی الایمان، اخلاص و محبت کا پیکر، زندہ دلی کا مجسمہ، مسکراہٹوں کا فلک بوس انبار اور انجمنِ ہزار داستان تھے۔ سامراج دشمنی انکے رگ و پے میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ رسن و دار سے کھیلنا قید و بند کی صعوبتیں جھیلنا وہ استخلاصِ وطن کے راستے کا لازمہ سمجھتے تھے اور اک گونہ اعزاز بھی۔ تاج برطانیہ کی جفائیں گواہ ہیں احرار کی وفاؤں میں کبھی دراڑیں نہیں پڑیں۔ لیلائے حریت کے یہ متوالے جن راہوں سے گذرے انہیں خار و گل بھی ملے، ظلمتِ شب تار سے بھی سامنا ہوا، جور و ستم کی کٹھنائیاں بھی دیکھیں مگر ایک دوسرے کا ہاتھ کبھی نہیں چھوڑا۔ عظیم مقاصد سے ہم آہنگی نے ان میں شیفتگی اور وارفتگی کی ایسی انمٹ کیفیات پیدا کر دی تھیں کہ وہ پوری قوت کے ساتھ عالمی استعمار سے پنجہ آزما ہوئے اور "قیصرۂ ہند" کے بُت کو زمین بوس کر دیا۔ یہ استفسار تو آپ داعیانِ پاکستان سے کریں کہ انہوں نے کس سے آزادی حاصل کی۔ متعصب و فریب کار بنیئے سے۔ برطانوی سامراج سے یا پھر دونوں سے۔ ماضی قریب کی تاریخِ برصغیر کے صفحات ابھی تک خالی ہیں۔ آپ ان میں رنگ بھرنے کی کوشش کریں۔

رہی یہ بات کہ کس کا وجود مہلک ہے؟ آیئے آئینہ دیکھیئے۔ احرار تو اختلاف رائے کے باعث تادم تحریر معتوب ٹھہرے۔ حالانکہ رائج الوقت جمہوریت کے اصولوں کے تحت انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ گناہ تو یہ تھا کہ تشکیل پاکستان کے بعد وہ کوئی تخریبی کارروائی کرتے۔ امت مسلمہ کے اجتماعی مفادات سے غداری کرتے، وطن دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کرتے۔ دین دشمنوں سے محبت و رأفت کی پینگیں بڑھاتے۔ لیکن انکا آج دن تک کا طرزِ عمل ان مغلظ آلودگیوں سے پاک ہے۔ دوسری طرف آپ اور آپ کی "تحریکِ احمدیت" کا وجود پورے عالم

اسلام میں ہر جگہ اپنی دعوت فکر و عمل اور مختلف نوعی روابط کے باعث حد درجہ نامسعود ثابت ہوا۔ مثلاً

۱۔ سابقہ دور میں آپ کے پیشوا نے حرمت جہاد کا فتویٰ دیکر سلطنت برطانیہ کی ہمنوائی کی اور امت کے اجتماعی اعتقادات کو زک پہنچائی۔

۲۔ ترکی خلافت کے سانحۂ ارتحال پر قادیاں میں چراغاں کر کے فرنگی استعمار کی فتح کا جشن منایا گیا۔

۳۔ اس خاندان نے ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں کی بجائے انگریز کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔

۴۔ تقسیم کے وقت سر ظفر اللہ نے باؤنڈری کمیشن میں غدارانہ رول ادا کر کے پاکستان کو کشمیر اور ضلع گورداسپور سے محروم کر دیا۔

۵۔ قیام پاکستان کے بعد آپ اپنے امام کے حکم سے اپنے مردے امانتاً چناب نگر (ربوہ) میں دفن کرتے رہے۔ اور کوشاں رہے کہ کسی وقت اکھنڈ بھارت بنے اور ہم ان مردوں کو "بہشتی مقبرہ" میں لے جائیں۔

۶۔ حمود الرحمن کمیشن رپورٹ کے مطابق مرزا قادیانی کے پوتے مسٹر ایم۔ ایم احمد نے مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی مکمل منصوبہ بندی کی اور صدر مملکت کو قائل کیا کہ اس حصے کا مغربی حصے سے الگ ہو جانا ہی پاکستان کے استحکام کی علامت ہے۔ یاد رہے صدر یحییٰ خان کے ساتھ ایم ایم احمد صاحب بھی مجیب الرحمن سے ملنے ڈھاکہ گئے۔ وہاں پر اسرار سرگرمیوں میں مصروف رہے جن پر مشرقی پاکستانیوں نے بھرپور احتجاج بھی کیا تھا۔ یہ خبر "نوائے وقت" میں شائع ہوئی تھی اور سرکاری ریکارڈ بھی گواہ ہے۔

۷۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۹۳ء کے ہفت روزہ "تکبیر" بعد ازاں دیگر قومی اخبارات میں ایک خبر شائع ہوئی کہ مقبوضہ کشمیر میں ایک بہت بڑے آپریشن کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ حکومت ہند کی درخواست پر اسرائیل سے "موساد" کے تربیت یافتہ کمانڈوز پہنچ گئے جو بھارتی فوج، "را" اور قادیانی تنظیم "انصار اللہ" کے ساتھ مل کر کشمیری راہنماؤں کو قتل کریں گے، مجاہدین آزادی کے خفیہ ٹھکانوں کے اتہ پتہ معلوم کرینگے۔ کیونکہ بھارت چاہتا ہے کہ مجاہدین کا صفایا کر کے مقبوضہ وادی کی آزادی کیلئے سرگرم سفر لوگوں کو نابود کر دیا جائے۔ علاوہ ازیں پاکستان میں نامزد شخصیات کو بھی موت کے گھاٹ اتارنے کیلئے بھرپور کارروائیاں کی جائیں۔ ان خدمات کیلئے پہلی قسط بیس کروڑ روپے ادا کر دیئے گئے ہیں جو لندن میں مقیم ایک قادیانی کشمیری رانا رحیم اللہ لاہوری نے وصول کئے۔ یاد رہے رحیم اللہ تنظیم انصار اللہ کا اہم سالار ہے۔ کارروائیوں کی مکمل مانیٹرنگ کیلئے متعلقہ حکام ذاکر نگر نئی دہلی کے بنگلہ نمبر ۱۰۸ راجیش روڈ پر اداکار (ایم ایل اے) راجیش کھنہ کے ہاں مقیم ہیں۔

کہیئے کس کا وجود امت مسلمہ کیلئے مہلک، ناسعید اور ناسور ہے۔ کسی سامراج دشمن کا یا سامراج پرست کا؟

نکتہ آخر نمبر ۱۰: آپ نے مرزا صاحب کو سامراج دشمن ثابت کرنے کیلئے کسی "ملٹری گزٹ لاہور" کا ذکر کیا ہے مگر کوئی حوالہ نہیں دیا کہ کس سال مہینے میں یہ گزٹ شائع ہوا۔ اسی طرح مولانا ابوالکلام آزاد کی رائے کا حال ہے۔ کوئی سیاق و سباق نہیں۔ کوئی نشاندہی نہیں یہ حوالہ کہاں ہے۔ کس رسالے، اخبار یا کتاب میں شائع ہوا۔ یہ آپ کے ذمہ ہے۔ سلسلۂ مضامین کا سر نانواں بھی درست نہیں "تعصب کے اندھیروں سے حقیقت کے اجالوں تک" کی بجائے "ظلمت کذب سے عظمت صدق تک" ہونا چاہیئے۔